OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

عصرِ حاضر میں مثالی نظامِ حکومت کا قیام اور حکمتِ عملی: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک مطالعہ

Establishment and Strategy of the Ideal System of Government in Cotemporary World: A Study in the Light of Islamic Teachings

Dr. Ghulam Hussain
Associate Professor, Arid Agriculture University Rawalpindi
Muhammad Farooq Khan
Visiting Faculty Member Department of Islamic Studies,
University of Mianwali, Mianwali

Abstract

Good Governance is basic subject of Islam. Islam has given comprehensive principles regarding peace, protection of public rights and social prosperity. Another an important aspect of Islam is that strategy of Good Governance presented for making stability. Social stability totally depends on strategy of Good Governance. Without comprehensive strategy we cannot protect our society and also can not address contemporary issues prevailing in the society in the shape of extremism, poverty and injustice. Development of strategy relating Good Governance is dire need of the time.

Keywords: Ideal System, Cotemporary World, Islamic Teachings

تمہید

تاریخ عالم میں ہمیشہ حسنِ انتظام کی ضرورت رہی ہے۔ حسنِ انتظام کے بغیر آپ کبھی معاشرتی امن و استحکام کو یقینی نہیں بنا سکتے۔ حسنِ انتظام کی اہمیت کے پیشِ نظر اسلام مثالی نظامِ حکومت کے قیام کو اہم قرار دیتا ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مدینہ منورہ میں ایک صالح نظامِ حکومت کی بنیاد رکھی جو آج بھی انسانیت کے لیے ایک قابلِ قدر نمونہ ہے۔ مثالی نظامِ حکومت کا قیام جامع حکمتِ عملی کے بغیر ممکن نہیں، اسلام ایک ایسا فطری دین ہے جو مثالی نظامِ حکومت کے لیے ایک حکمتِ عملی اور لائحہ عمل فراہم کرتا ہے۔ مثالی نظامِ حکومت کے لیے اسلامی لائحہ عمل میں عوامی شعور، جامع آئین سازی، جامع قانون سازی، معاشرتی اور معاشی عدل کا قیام، اصلاحات، اداروں کی تشکیل، انسانی حقوق کے منشور کا تعین، سفارتی نظام کی تشکیل اور دفاع کے نظام کا قیام شامل ہیں۔ نظامِ حکومت کے لائحہ عمل سے متعلق تمام اصول و ضوابط اسلامی تعلیمات میں

CC BY

موجود ہیں۔ مثالی نظامِ حکومت کے موضوع سے متعلق کئی مسلمان محققین نے اپنی تحقیقات کو پیش کیا ہے جن میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (اسلامی ریاست)[1]، ڈاکٹر حمید اللہؒ (عہدِ نبویؐ کا نظامِ حکمرانی[2]، خطباتِ بہاولپور)[3]، گوہر رحمانؒ (اسلامی ریاست)،[4] مولانا حامد الانصاریؒ (اسلام کا نظامِ حکومت)[5]، پروفیسر یاسین مظہر صدیقیؒ (عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت)[6] اور ڈاکٹر خالد علویؒ (انسانِ کامل)[7] شامل ہیں۔

عصرِ حاضر میں اقوامِ عالم کو مختلف النوع معاشرتی، معاشی، سیاسی اور تہذیبی مسائل کا سامنا ہے۔ ان تمام مسائل کا حل مثالی نظامِ حکومت کی تشکیل میں پوشیدہ ہے۔ اگر نظامِ حکومت یعنی عدل کرنے والا حکمران موجود ہو یا نظامِ سلطنت عدل و انصاف کے اصولوں کے مطابق ترتیب دیا جائے تو معاشرہ امن کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ اس لیے کہ عدل کرنے والا حکمران یا پھر نظامِ عدل کے اصولوں کے مطابق ترتیب و تشکیل دیا جانے والا نظامِ حکومت ہی دنیا کو اور انسانیت کو تحفظ فراہم کر سکتا ہے۔ عادل حاکم نہ صرف عوام بلکہ اسلامی تہذیب و ثقافت کو بھی تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اس حقیقت کو یاد رکھنا چاہیے کہ مثالی نظامِ حکومت کا عمل حکمتِ عملی کے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اسلامی تعلیمات کے اندر اس قدر وسعت اور جامعیت موجود ہے کہ نظامِ حکومت کی تشکیل کا جامع منصوبہ تیار کیا جا سکتا ہے اور اس کا نفاذ بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس جامع لائحہ عمل کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ مثالی نظامِ حکومت تشکیل دینے کی پہلی شرط یہ ہے کہ عوام الناس کو تمام معاشرتی ضابطوں کے حوالے سے آگاہی دی جائے۔ اگر کسی معاشرے کے لوگ شعور و آگاہی رکھتے ہوں گے تو ان کا اجتماعی کردار اچھا ہو گا اور وہ معاشرتی ذمہ داریوں اور حقوق کے حوالے سے ذمہ داری کا مظاہرہ کریں گے۔ اس لیے اس دنیا میں انبیاء علیھم السلام نے سب سے پہلے اپنی اپنی اقوام کو شعور و آگاہی سے نوازہ تھا۔ لوگوں کے نظریۂ حیات اور اخلاقی معیارات کا تعین کیا تھا۔ معاشرتی ذمہ داریوں اور حقوق کے حوالے سے آگاہی، ریاستی نظام میں استحکام کا ذریعہ بنایا تھا۔ عصرِ حاضر میں وسائل کے تحفظ اور بہتر استعمال کے حوالے سے بھی آگاہی وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اگر اگر عوام باشعور ہو تو معاشرے کا عمومی ماحول بہت اچھا اور انسان دوست ہوتا ہے۔

حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے شعور و آگاہی کا باقاعدہ طریقہ کار دیا ہے۔ آپؐ نے صحابہ کرام کو تلقین کی تھی کہ دعوت و آگاہی کے موقع پر حکمت سے کام لیا جائے۔ آپؐ اجتماعی ذمہ داری دیتے وقت یہ نصیحت کرتے تھے: "دینِ الٰہی کو آسان کر کے پیش کرو، سخت بنا کر نہیں۔ لوگوں کو خوشخبری سنانا اور نفرت نہ دلانا"[8]

عوامی آگاہی کا معاملہ انتہائی اہم اور سنجیدہ ہے۔ اس معاملے میں حکمت اور دانائی سے کام لینا بہت ضروری ہے۔ عوامی نفسیات کا خیال رکھتے ہوئے اور لوگوں کے ذہنی معیارات کے مطابق آگاہی دی جائے۔ نرمی اور شفقت کا پہلو سامنے رکھا جائے۔ مخاطب چاہے جس معاشرتی اور سیاسی پس منظر کا حامل ہو اس سے نرمی اور ادب سے بات کی جائے۔ قرآن مجید میں ایک مثال موجود ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نصیحت کی تھی کہ فرعون کو حق کا پیغام نرمی سے دو۔ اِذْهَبَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی ۝ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى فرعون کے پاس جاؤ، وہ سرکش ہو گیا ہے اور اس سے نرمی سے بات کرو تاکہ وہ نصیحت کرے یا ڈرے [9] عوامی شعور کے معاملے میں بتدریج اور استدلال کے ساتھ لوگوں کے ذہنی معیارات کو ضرور پیشِ نظر رکھا جائے تاکہ دعوت اور آگاہی کا کوئی اثر بھی ہو۔

2۔ ایک مثالی نظامِ حکومت کی تشکیل کے لیے جامع آئین کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ آئین بنیادی طور پر ریاست اور عوام کے درمیان معاہدے کا نام ہے۔ ریاست آئین کے ذریعے عوامی تحفظ کی یقین دہانی کراتی ہے اور عوام اطاعت اور پیروی کی یقین دہانی کراتے ہیں۔ آئین عوامی حقوق کے تحفظ کا سب سے بڑا ذریعہ ہوتا ہے۔ اسلامی تاریخ کا پہلا آئین میثاقِ مدینہ ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اس آئین کو اسلامی تاریخ کا پہلا تحریری آئین قرار دیا ہے[10]۔ اس آئین کی 52 دفعات ہیں جن میں 24

دفعات غیر مسلموں کے تحفظ کے لیے ہیں۔ آئین کی تشکیل سے معاشرہ پُر امن ہو تا ہے۔ لوگوں کے حقوق محفوظ ہوتے ہیں۔ جنگ اور لڑائی کا خاتمہ ہو تا ہے، تو ضرورت اس امر کی ہے کہ آج سیاسی استحکام کے لیے ایک جامع آئین تشکیل دیا جائے تا کہ تمام طبقات پُر امن اور باہمی تعاون کے اصول پر پُر امن زندگی گزار سکیں۔

3۔ معاشرتی تحفظ اور ترقی کے لیے یہ ضروری ہے کہ ایک جامع قانون موجود ہو تا کہ اس قانون سے لوگوں کے بنیادی حقوق محفوظ ہو سکیں۔ اسلام کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی ہے کہ اسلام ایک الہامی قانون فراہم کرتا ہے جس سے معاشرے کی تعمیر و ترقی کا عمل آسان ہو جاتا ہے۔ الہامی قانون عدل و انصاف کے اصول سے منسلک ہو تا ہے اور انسانی قوانین میں اکثر مفادات اور خود غرضی کا پہلو موجود ہو تا ہے۔ اسلامی قوانین حدود اللہ اور تعزیرات کی صورت میں موجود ہیں۔ اسلامی قوانین کے پانچ بنیادی مقاصد ہیں:

(i) جان کا تحفظ (ii) مال کا تحفظ (iii) عزت کا تحفظ (iv) عقلِ انسانی کا تحفظ (v) خاندانی زندگی کا تحفظ

اسلامی قانون بنیادی طور پر کامل، جامع اور عالمگیر نوعیت کا ہو تا ہے۔ اسلامی نظام زندگی کے لیے ایک الہامی قانون کو شرط کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اس لیے کہ اس قانون کا دائرہ حالات اور واقعات پر محیط ہو تا ہے۔ اس قانون میں اعتدال اور توازن کا پہلو بدرجہ اتم موجود ہو تا ہے۔ بلند اخلاقی معیارات اسلامی قانون کی پہچان ہیں۔ افراط و تفریط کا کوئی پہلو اس قانون میں موجود نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلامی تاریخ کے اول قانون ساز تھے۔ آپؐ نے زمانے کے تقاضے کا لحاظ رکھتے ہوئے قوانین بنائے۔ آپؐ نے عبادات، معاملات، انفرادی اور اجتماعی امور، معاشرتی، سیاسی اور تہذیبی امور اور اصلاحِ معاشرہ سے متعلق قانون سازی کی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آج کے دور میں بہترین معاشرتی نظم و نسق کے لیے ایک جامع قانون تشکیل دیا جائے تا کہ انتشار اور بگاڑ کا خاتمہ ہو۔ معاشرتی بگاڑ کا واحد حل عدل و انصاف اور توازن پر مبنی قانون کی تشکیل ہے۔

4۔ عدل و انصاف کسی بھی معاشرے کی روح ہو تا ہے۔ عدل و انساف کے بغیر کسی بھی معاشرے کی تشکیل ناممکن ہے۔ اسلام کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ یہ معاشرتی انصاف کا ایک جامع تصور پیش کرتا ہے۔ قانون کی بالادستی اور عوامی سطح پر ذمہ داری کا ہونا بہت ضروری ہے۔ معاشرتی سطح پر یکساں قانون کا ہونا بہت ضروری ہے۔ قانون میں تفریق کا پہلو موجود نہ ہو۔ جس معاشرے میں قانون تفریق پر مبنی ہو گا وہاں انتشار اور ظلم پروان چڑھے گا۔ بنی اسرائیل کا معاشرہ اس وجہ سے زوال کا شکار ہو گیا تھا کہ وہاں پر لوگ قانون کی یکسانیت کے قائل نہیں تھے۔ طاقتور افراد اپنے آپ کو قانون سے بالا سمجھتے تھے، غریب لوگ سزا بھگتتے تھے۔ اس قانونی تفریق سے وہ معاشرتی مسائل کا شکار ہو گئے تھے۔ اسلام عدل و انساف کا علمبر دار دین ہے۔ اسلام کسی بھی سطح پر بے انصافی اور بے اعتدالی کو پسند نہیں کرتا۔ معاشرتی انصاف کے ساتھ اسلام معاشی انصاف کی بات کرتا ہے۔ معیشت کا نظام عدل کی بنیاد پر ہو، بے اعتدالی کا کوئی ضابطہ معاشی امور میں نہیں ہونا چاہیے۔ معاشی انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ وسائل کی تقسیم درست انداز میں ہو، گردشِ دولت کے اصول موجود ہوں اور معاشی سرگرمیوں میں تمام لوگ شریک ہوں۔ کوئی شخص کسی دوسرے پر بوجھ نہ بنے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عرب معاشرے میں جو تبدیلی متعارف کرائی تھی اس کی بنیاد معاشرتی اور معاشی عدل کا پیمانہ تھا۔ کسی بھی معاشرے کا وجود انصاف کی مرہونِ منت ہے۔ کائنات کا نظام انصاف کے اصولوں سے جڑا ہوا ہے۔ اسی لیے حضورؐ نے عدل کو دیگر تمام تہذیبی عوامل پر ترجیح دی تھی۔ عدل عصرِ حاضر کی اہم ضرورت ہے۔ عدل کے بغیر مثالی نظامِ حکومت و معاشرت کی تشکیل ناممکن ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں عدل کا عمومی تصور ہے کہ ہر اعتبار سے عدل و انصاف ہونا چاہیے۔ ارشادِ خداوندی ہے: يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى اَلَّا تَعْدِلُوْا ط اِعْدِلُوْا قف هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا

تَعْمَلُوْنَ[10] اے ایمان والو! اللہ کے لیے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جایا کرو اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ عدل کیا کرو کہ یہی تقویٰ کی بات ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمھارے سب اعمال سے خبردار ہے۔

عدل و انصاف آج کے دور میں لازم ہے۔ عدل کے بغیر کسی بھی معاشرے کو محفوظ نہیں بنایا جا سکتا۔ حضورؐ نے ریاست مدینہ میں عدل کا ایک جامع نظام وضع کیا تھا اور عدل کے ضابطے مقرر کیے تھے۔ تاریخ انسانی میں باضابطہ عدالتی طریقہ کار کا تعین حضورؐ کے دور میں ہوا تھا۔ اس دور کی غیر محفوظ دنیا کو محفوظ بنانے کے لیے ضروری ہے کہ عدل کا ایک جامع نظام تشکیل دیا جائے تاکہ عام لوگوں کو معیشت اور معاشرت کے حوالے سے انصاف اور اعتدال میسر آئے۔ عدل اور انصاف کے جامع نظام کے قیام کے بغیر دنیا کو محفوظ بنایا جا سکتا ہے اور نہ ہی لوگوں کے حقوق محفوظ ہو سکتے ہیں۔ آج بھی دنیا میں جہاں عدل کا نظام موجود ہے وہاں پر امن اور سلامتی کا ماحول زیادہ خوشگوار ہو گا۔

5۔ مثالی نظامِ حکومت کے لیے اصلاحات کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اصلاحات کے بغیر پُر امن اور خوشحال معاشرے کا قیام ناممکن ہے۔ مثالی نظامِ حکومت کی تشکیل کے لیے انتظامی، معاشی اور معاشرتی اصلاحات کا ہونا ناگزیر ہے۔ اس کے بغیر انسانی حقوق اور معاشرتی عدل کا عمل سرانجام نہیں دیا جا سکتا۔ حضورؐ نے ریاستِ مدینہ میں کئی انتظامی، معاشی، معاشرتی، تعلیمی اور سفارتی اصلاحات متعارف کرائی تھیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ مدینہ منورہ میں انسانی تاریخ کا پہلا تحریری اور جامع دستور متعارف کروایا گیا۔

۲۔ مدینہ میں ایک معاشرتی معاہدہ "مواخات" کے نام سے متعارف کروایا گیا جس کے بہت اچھے اثرات مرتب ہوئے اور صدیوں پرانی لڑائی اور جنگ کا خاتمہ ہوا۔

۳۔ مدینہ منورہ کو ستتر (77) انتظامی حصوں میں تقسیم کیا گیا۔

۴۔ مشاورتی ادارہ قائم کیا گیا جو ریاستی معاملات میں علمی مدد کرتا تھا۔

۵۔ علم اور تجربے کی بنیاد پر صحابہ کرام کو انتظامی ذمہ داریاں سونپی گئیں۔

۶۔ عمال کے لیے تنخواہ کا نظام وضع کیا گیا۔

۷۔ ریاست کے مختلف حصوں میں ادارے قائم کیے گئے۔

۸۔ سفارت کاری کے مختلف انداز اختیار کیے گئے۔ خطوط کے ذریعے سفارت کاری کی گئی۔

۹۔ احتساب کا ایک جامع نظام قائم کیا گیا۔

۱۰۔ مسجدِ نبویؐ کو حکومت کا مرکز بنایا گیا۔ تمام وفود اور سفرا سے یہیں ملاقات ہوتی تھی۔

۱۱۔ مضبوط اور مستحکم معاشرت کے لیے معاشرتی اور معاشی نظم قائم کیا گیا۔

۱۲۔ زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کا باقاعدہ نظام بنایا گیا۔

۱۳۔ زراعت کے منفرد طریقے متعارف کروائے گئے۔

۱۴۔ ہر شخص کو محنت اور معاشی سرگرمی کی تلقین کے ساتھ طریقہ کار بھی متعارف کروائے گئے۔

المختصر اصلاحات کا جامع نظام تھا جس کے ذریعے عرب معاشرے میں خوشحالی کو یقینی بنایا گیا اور معاشرے کو تحفظ فراہم کیا گیا۔ اس جدید دور میں عوام الناس کے مسائل کو ختم کرنے کے لیے نظم و نسق کا جامع نظام بہت ضروری ہے

6۔ اسلامی تعلیمات میں انسانی حقوق کا احترام موجود ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تمام انسانیت کے حقوق کو تحفظ فراہم کیا تھا۔ لوگوں کے انفرادی، اجتماعی، معاشی، سیاسی، روحانی اور طبقاتی حقوق کو آئینی، قانونی اور تہذیبی تحفظ فراہم کیا گیا۔ انسانی حقوق کے تحفظ کے حوالے سے اسلام کی حکمتِ عملی جامع نوعیت کی ہے۔ اسلام چند مخصوص طبقات کے حقوق کی ضمانت فراہم نہیں کرتا بلکہ تمام انسانیت کے حقوق کا تحفظ اسلام کا بنیادی فلسفہ ہے۔ اسلام نے جنگ اور تعصب کی صدیوں پرانی رسومات اور روایات کو ختم کیا، غلامی کی ہر سطح پر حوصلہ شکنی کی گئی بلکہ تمام امور میں غلاموں کو آزادی دینے کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ رنگ، نسل، زبان، علاقے اور قومی قبیلے کی عصبیت کو ختم کیا گیا۔ حسن اخلاق کو انسانی عزو شرف کی وجہ قرار دیا۔
اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ[11] بے شک تم میں اللہ کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو متقی ہو

اسلام میں انسانی حقوق کا تصور بہت جامعیت کے ساتھ موجود ہے۔ اسلام مردوں کے ساتھ عورتوں کو تمام آئینی، قانونی اور تہذیبی حقوق فراہم کرتا ہے۔ تاریخ انسانی میں پہلی بار عورتوں کو وراثت کے حقوق دیئے گئے۔ وراثت کے حقوق نوازنے کا مقصد عورتوں کا تحفظ ہے۔ اسلام میں عورتوں کے ساتھ اقلیتوں کو حقوق دیئے گئے، ریاستِ مدینہ کا آئین "میثاقِ مدینہ" میں باقاعدہ اقلیتوں کے حقوق سے متعلق دفعات شامل ہیں۔ عصرِ حاضر کا سب سے بڑا مسئلہ انسانی حقوق کا ہے۔ دنیا کے اکثر مقامات پر انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ انسانیت مشکلات کا شکار ہے۔ اس مشکل صورتِ حال سے انسانیت کو نکالنے کے لیے ضروری ہے کہ انسانی حقوق کا جامع نظام تشکیل دیا جائے اور لوگوں کو تحفظ اور امن دیا جائے۔ کسی بھی حکومت کے لیے سب سے بڑا امتحان یہ ہوتا ہے کہ وہ کیسے لوگوں کے حقوق کو تحفظ فراہم کرتی ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ریاستِ مدینہ میں لوگوں کو بلا تفریق رنگ، نسل اور مذہب کے تحفظ فراہم کیا تھا۔

7۔ مثالی نظام کا تمام تر انحصار ریاستی اداروں پر ہوتا ہے۔ ریاست بنیادی طور پر اداروں کی تشکیل کا نام ہے۔ ریاست کی پہچان ادارے ہوتے ہیں۔ حضورؐ نے مدینہ منورہ میں کئی معاشرتی، تعلیمی (دارارقم، صفہ)، معاشی ادارے (زکوٰۃ اور بیت اعمال)، دفاعی ادارے، احتساب، سفارت کاری، نظم و نسق، عدالتی ادارے، شوریٰ اور فلاحی ادارے قائم کیے تھے۔ حسنِ انتظام کے پیشِ نظر حضورؐ نے علم اور تجربے کی بنیاد پر صحابہ کرام کو انتظامی ذمہ داریاں سونپی تھیں۔ مختلف معاملات میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضور عمارؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت ابوذرؓ، حضرت مقدادؓ اور حضرت بلالؓ یہ لوگ آپ کو مشورہ دیا کرتے تھے۔ آپ کا نظم و نسق مشاوراتی تھا۔[12]
آج کے اس جدید دور میں مثالی نظامِ حکومت کی تشکیل کے لیے اداروں کی تشکیل بہت ضروری ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے اپنے ادوار میں افسران اور ذمہ داران کے نام خطوط لکھے تھے اور انھیں ریاستی اداروں سے متعلق ذمہ داریوں کے حوالے سے رہنمائی فراہم کی تھی۔

8۔ مثالی نظامِ حکومت کی تشکیل کے لیے سفارت کاری کے جامع نظام کی تشکیل بہت ضروری ہے۔ ریاست کے اکثر معاملات کا تعلق بیرون ممالک سے تعلقات پر ہوتا ہے۔ اس لیے خارجہ تعلقات کے استحکام کے لیے ایک نظام اور حکمت بہت ضروری ہے۔ سیرتِ طیبہ سے سفارت کاری کے حوالے سے جو اہم نکات ملتے ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

i۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سفارتی مضبوط تعلقات کی استواری کے لیے مختلف ریاستوں کے سربراہان اور دیگر افراد کو خطوط لکھے تھے۔

ii۔ بعض علاقوں میں مستقل بنیادوں پر سفیر تعینات کیے تھے۔

iii۔ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کو سفارتی محکمہ کا ذمہ دار مقرر کیا تھا۔

iv۔ مختلف علاقوں کے وفود کو مدینہ میں بہت عزت دی گئی تھی۔
v۔ سفارتی وفود کو تحائف دیے گئے تھے۔
vi۔ قیدیوں کو آزادی دے کر سفارتی مقاصد حاصل کیے گئے۔
vii۔ فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کے اعلان سے سفارتی مقاصد پورے ہوئے۔
viii۔ سفارتی مقاصد کے لیے نمائندہ خصوصی کا تقرر بھی کیا گیا۔

جامع سفارت کاری سے ریاستی معاملات میں بہتری لائی جاسکتی ہے۔ اس عالمگیر دنیا میں ایک ریاست کے دوسری ریاستوں سے تعلقات مضبوط ہونے چاہیے ہیں۔ اچھے سفارتی تعلقات کے اثرات ریاستی نظم و نسق پر بھی ہوتے ہیں۔ اس لیے آج کے دور میں یہ ضروری ہے کہ سفارت کاری کا جامع نظام تشکیل دیا جائے۔

9۔ مثالی نظامِ حکومت کی تشکیل کے لیے درج بالا اقدامات کے ساتھ ریاستی اہل کاروں کی تعیناتی علم، تجربے اور انساف کی بنیاد پر ہونی چاہیے۔ تعیناتی کے وقت مناسب انٹرویو ہونا بہت ضروری ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے سوالات پوچھے تھے جب انھیں یمن کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ ریاستی انتظامی امور چلانے والوں کا ذمہ دار ہونا، امانت دار ہونا، باصلاحیت ہونا اور وقت کا پابند ہونا بہت ضروری ہے۔ حضورؐ نے ریاستی عمائدین کو دیانت داری، لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنے کی تلقین کی تھی، ایک اچھا ریاستی ملازم ہمیشہ لوگوں کی مشکلات کم کرتا ہے۔ لوگوں کے حقوق کا خیال رکھتا ہے۔ قانون کی بالادستی کے لیے کوشش کرتا ہے۔ آج کے دور میں باصلاحیت اور ذمہ دار ریاستی اہلکاروں کا تقرر اور پھر ذمہ داری کی مناسبت سے تربیت کا بندوبست کرنا بہت ضروری ہے۔

درج بالا اقدامات یعنی عوامی شعور، جامع آئین اور قانونی، معاشرتی اور معاشی انصاف کے قیام، اصلاحات، اداروں کی تشکیل، انسانی حقوق کا نظام اور سفارتی نظام سے ریاست کے معاملات میں بہتری لائی جاسکتی ہے اور نظم و نسق بہتر کیا جاسکتا ہے۔ ضروری اس امر کی ہے کہ اس دور میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ریاستی نظم و نسق سے متعلق اقدامات اٹھائے جائیں تاکہ بہتر نظامِ حکومت سے لوگوں کے حقوق محفوظ ہوسکیں اور معاشرے میں امن اور خوشحالی آئے۔

References

[1] Syed Abu Al Ala Maudoodi, Islami Riasat, Islamic Publications 2005.
[2] Dr. Muhammad Hamid Ullah, Khutbaat-e-Bahawalpur, Islamic Research Institute Islamabad, 2002.
[3] Dr Muhammad Hamid Ullah, Ahd-e-Nabvi Ka Nizam-e-Hukamrani, Maktaba Ibrahimia Haiderabad Dakan.
[4] Rehman, Gohar., Islami Siasat, Tafheem ul Quran Publication, Mardan.
[5] Ansari, Maulana Hamid, Islam ka Nizam-e-Hakumat, Maktaba, Al-Hassan Lahore 2001
[6] Siddiqui, Prof. Yaseen Mazhar, Ahd-e-Nabvi ka Nizam-e-Hakumat, Idara Tehqeeq o Tasneef, Aligarh, 2012.
[7] Alvi. Dr. Khalid, Insan-e-Kamil, Al-Faisal Nashran Lahore, 2010.
[8] Muslim, Imam Muhammad, Muslim Kitab ul Jihad fil Amr Atehseer, 5/161.
Taha 20:22-23.
[9] Muhammad Hamid Ullah, Dr, Ahd-e-Nabvi ka Nizam-e-Hukmarani, p.571.
[10] Al-Maida 5:8.
[11] Al-Hujurat 49:13.
[12] Dr. Khalid Alvi, Insaan-e-Kamil, 392-393.